سیرت نبویؐ

ایک تاریخ ساز دن

خرم مرادؒ

بدر کا دن صحیح معنوں میں ایک تاریخ ساز دن تھا۔ ایک ایسا تاریخ ساز دن جس کی مثال انسان کی اپنی تاریخ میں مشکل سے ہی ملے گی۔

۱۷ رمضان المبارک کو، جمعہ کے دن، آج سے ۱۴۲۶ سال قبل، بدر کے میدان میں جو معرکہ پیش آیا اس نے انسانی زندگی کے دھارے کا رخ بدل دیا، اور ایک نئی دنیا کی تشکیل کی بنیادیں رکھ دی گئیں۔ ایسا دن جب آتا ہے تو عموماً بعد میں آنے والا مورخ ہی حکم لگایا کرتا ہے کہ یہ تاریخ ساز دن تھا۔ مگر بدر کا دن اس لحاظ سے ایک منفرد دن ہے کہ فوراً ہی اعلان کر دیا گیا کہ یہ "یوم الفرقان" ہے، یہ عہد کہنہ اور عہد نو کے درمیان ایک فیصلہ کن دن ہے۔

بدر کے میدان میں یہ طے ہو گیا کہ آنے والا دور ضمیر و ایمان اور فکر و عمل کی حریت کے لیے فتح و کامرانی کا دور ہو گا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ غلبہ، قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باوجود، خدا پرستی کی دعوت کا مقدر فتح ہے، بشرطیکہ خدا کے نام لیوا ایمان و اخلاص، جہد و قربانی، صبر و ہمت اور اطاعت و اتحاد کی چلتی پھرتی تصویر بن جائیں۔ پھر جہاں فرد کا صحیح مقام متعین ہوا، وہاں خدا پرستی پرائیویٹ زندگی کے کونوں کھدروں سے نکل کر پبلک زندگی کے ایوانوں پر چھا گئی، وہ تہذیب و تمدن کی روح بن گئی۔

دنیا میں ہونے والے فیصلہ کن معرکوں کے پیمانے سے تو یہ جنگ کوئی جنگ ہی نہ تھی۔ خصوصاً آج کی مہذب اور ترقی یافتہ دنیا نے خون ریزی کے جو عظیم معیار قائم کیے ہیں ان کے لحاظ سے تو یہ ایک معمولی جھڑپ بھی نہ تھی۔ پہلی جنگ عظیم (۱۸-۱۹۱۴) میں ۵ کروڑ سپاہی لڑے، ۸۰ لاکھ مارے گئے، ڈھائی کروڑ زخمی اور ناکارہ ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم (۴۵-۱۹۳۹) میں مرنے والے اندازاً ۶ کروڑ تھے، صحیح تعداد کوئی بھی نہیں جانتا۔ اس کے مقابلے میں بدر کے میدان میں صرف ایک دن لڑائی ہوئی، لڑنے والوں کی تعداد ۱۳۰۰ کے قریب تھی اور مرنے والوں کی تعداد ۸۶ تھی۔ ان دو عظیم جنگوں نے انسان کی دنیا کو دکھ درد اور تباہی و بربادی سے بھر دیا۔

مگر بدر کے معرکے کے بعد، جان بلب انسانیت کے جسم میں زندگی کی نئی رو دوڑ گئی۔ غلامی کی ساری زنجیریں کٹ گئیں، انسانوں کی غلامی ہو، توہمات کی، یا دنیا کی۔ مظلوموں کی پیٹھوں پر سے صدیوں کے لادے ہوئے بوجھ اٹھا کر پھینک دیے گئے۔ رہبانیت ختم ہو گئی، اور قیصرو کسریٰ کے تخت و تاج الٹ دیے گئے۔ آقا اور غلام کا فرق مٹ گیا۔ اسپین کے مرغزاروں سے لے کر چین تک، انسان نے سیکڑوں برس امن و سلامتی، حریت و مساوات اور عدل و احسان کے جتنے میٹھے پھل کھائے ہیں وہ سب بدر کے میدان ہی کے پھل ہیں۔

بدر کا معرکہ کیوں پیش آیا؟

بدر کی جنگ عقیدہ اور ایمان کی جنگ تھی، یہ انسان کے اس بنیادی حق کے لیے جنگ تھی کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے آزاد ہے، یہ جبرو آمریت کے اس "فتنہ" کو ختم کرنے کے لیے جنگ تھی کہ وہ ظلم و تشدد سے لوگوں کی راہ روکے اور اپنی راہ چلائے۔

جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والوں کو جنگ کی اجازت دی گئی تو یہ کہہ کر دی گئی کہ "ان پر ظلم کیا گیا، ان کو ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا، صرف اس جرم میں کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے" (الحج ۲۲:۳۹-۴۰)۔ جب لڑنے کا حکم دیا گیا تو یہ کہہ کر دیا گیا کہ "لڑو ان سے یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے، اور حکم سب اللہ کا ہو جائے" (الانفال ۸:۳۹)۔

مکہ میں تیرہ برس جھگڑا ہی یہ تھا۔ ایک طرف وہ تھے جنھوں نے غار حرا کے اس پیغام کی روشنی میں زندگی کی راہ چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ "ساری زندگی کا رشتہ صرف اپنے اس رب کے نام کے ساتھ جوڑو جس نے تمھیں پیدا کیا، اور جو سارے علم کا سرچشمہ ہے"۔ دوسری طرف وہ تھے جو گالیاں دے کر، پتھر برسا کر، انگاروں پر لٹا کر، تپتی ریت پر گھسیٹ کر، گھروں سے نکال کر، بھوکا پیاسا رکھ کر، اس راہ کو بند کرنا چاہتے تھے جو لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے اختیار کی تھی۔

سوال یہ تھا کہ کیا کسی انسان کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی دوسرے انسان پر مسلط کر دے؟ کیا ظلم سے ضمیر کو کچلا جا سکتا ہے؟ کیا جبرو تشدد کر کے روشنی سے واپس اندھیرے میں آنے پر، دوبارہ اندھی تقلید، ہوائے نفس اور توہم پرستی کی زنجیریں پہننے پر، مجبور کیا جا سکتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مدینہ پہنچے ہی تھے کہ قریش مکہ نے مدینہ میں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیجنا شروع کر دیے کہ جو یہاں سے نکالے گئے ان کو وہاں سے بھی نکالو۔ پھر انھوں نے مدینہ کے قرب و نواح میں کھیتوں اور مویشیوں کو لوٹا اور برباد کیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بھی مستقبل کے امکانات و خطرات سے غافل نہ تھی۔ آپؐ نے مشرک قبائل سے معاہدات کر کے ان کو اپنا حلیف بنایا۔ پیٹرول پارٹیاں

روانہ کیں، قریش کی شاہراہ تجارت کی ناکہ بندی کا سامان شروع کیا۔

قریش نے بھی فیصلہ کن جنگ کے مصارف کے حصول کے لیے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ کر دیا، جس میں مکہ کے تقریباً ہر گھر نے اپنا سب کچھ لگا دیا۔ پھر اس قافلے کی حفاظت کے لیے ہر قسم کے سازو سامان سے لیس، تقریباً ایک ہزار کا لشکر مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔

اب ایک طرف تجارتی قافلہ تھا، دوسری طرف قریش کا لشکر جرار۔ یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل تھا کہ کس کا قصد کیا جائے۔ قافلہ زیادہ سہل اور ممکن الحصول تھا۔ لشکر سے مڈبھیڑ کے معنی گویا موت کے منہ میں جانے کے تھے۔ حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو مشورے کے لیے جمع کیا، اس لیے کہ آپؐ کوئی کام مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے وفاداری و جان نثاری اور ایمان و ہمت کا ایک نیا باب رقم کیا۔

مہاجرین میں سے مقدادؓ بولے: "ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں۔ ہم آپؐ کے داہنے سے، بائیں سے، پیچھے سے، سامنے سے لڑیں گے، جب تک ایک آنکھ بھی گردش کر رہی ہو"۔ حضورؐ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ لیکن آپؐ کو انتظار تو انصار کی رائے کا تھا، جو راہ حق کے لیے نئے ساتھی تھے۔ سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے: "حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ خدا کی قسم آپؐ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں"۔ اب فیصلے میں کیا تردد ہو سکتا تھا۔

بدر کے میدان میں ان دونوں انسانی گروہوں کو آمنے سامنے کر دیا گیا۔ ایک انسانیت کے لیے زندگی کا نقیب تھا، دوسرا ہلاکت و بربادی کا۔ بدر میں زندگی کے نقیب گروہ کو قلت تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود فتح حاصل ہوئی۔ اس طرح حق کو حق کا مقام مل گیا، کہ وہی غالب و ثابت اور قائم ہو۔ اور باطل، باطل ہو کر رہ گیا۔ جس کے پاس حق کی روشنی تھی وہی زندہ رہا، جو باطل کی تاریکی میں تھا وہ دن کی روشنی میں ہلاک ہو گیا۔ (الانفال ۸: ۷، ۸، ۴۲)

بدر کا دن خدا اور اس کے بندوں کے درمیان عہد کا دن تھا۔

جب دونوں لشکر صف آرا ہو گئے، تو حضورؐ اپنے سائبان کے نیچے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے آگے ہاتھ پھیلا دیے کہ سب کچھ اسی سے ملتا ہے اور ساری قوت و طاقت کا سرچشمہ وہی ہے۔ روئے اور گڑگڑائے۔ کبھی کھڑے ہوتے، کبھی جھکتے، چادر شانوں سے ڈھلک جاتی۔ آپؐ کی زبان پر کیا الفاظ تھے:

"خدایا، اگر چند آدمیوں کا یہ گروہ آج مٹ گیا تو پھر قیامت تک تیری بندگی نہ کی جائے گی"۔

ان الفاظ میں ناز بھی ہے، اور نیاز بھی۔ لیکن دراصل تو یہ ایک عہد ہے۔ آپؐ نے یہ نہ فرمایا کہ اگر یہ گروہ مٹ گیا تو کھیتی باڑی نہ ہو گی، تجارت نہ ہو گی، حکومت نہ ہو گی، معاشی ترقی نہ ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا

کہ اللہ کی بندگی نہ ہو گی۔ گویا امت کو تو نے زندگی بخشی تو وہ بندگی رب کی علم بردار بن کر جیے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرما کر اس معاہدے پر مہر ثبت کر دی۔ بدر کے بعد، خدا کے آخری نبی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی رب کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کا مقدر، ان کا عروج و زوال، ان کی نامرادی و کامرانی، ان کی غلامی و آزادی، اور ان کی موت و حیات کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اسی بندگی رب کے داعی بن کر کھڑے ہوں، اسی کو اپنا مشن اور مقصد بنائیں، اسی کی خاطر جییں اور مریں۔

آج اس امت کے سارے آزار اسی لیے ہیں کہ اس نے معاشی ترقی کی دیوی کے چرنوں پر اپنی پیشانی ٹیک دی۔ لیکن نہ خدا مل رہا ہے نہ وصال صنم۔

بدر کا معرکہ، غار حرا میں عرفان حق کے ساتھ ہی طے پا گیا تھا۔ یہ ساتویں آسمان تک سفر کی ناگزیر منزل تھا۔ علامہ اقبالؒ ایک صوفی کے یہ الفاظ نقل کر کے، کہ: "محمد عربیؐ ساتویں آسمان تک گئے اور واپس آگئے، میں کبھی واپس نہ آتا" کہتے ہیں کہ ایک صوفی اور نبی میں یہی فرق ہے۔ صوفی خود کو حق میں گم کرنا چاہتا ہے۔ نبی کو عرفان حق اور وصال حق کی دنیا سے لوٹ کر خود کو وقت کے دھارے میں ڈال دینا ہوتا ہے۔ وہ تاریخ ساز قوتوں کو کنٹرول کر کے ایک نئی دنیا کی تشکیل کرتا ہے۔ بدر کا دن اسی لیے تاریخ ساز تھا کہ خدا پرستی خانقاہوں اور معبدوں، غاروں اور صحراؤں، روح اور نفس کی گہرائیوں سے نکل کر تہذیب ساز اور تاریخ ساز بلکہ خود تہذیب اور تاریخ بن گئی۔

بدر کا دن اس حکم میں بھی مضمر تھا جو حرا کے بعد سب سے پہلے آیا۔ "اٹھو، آگاہ کرو، اور انسان کی زندگی کو اس بنیاد پر قائم کر دو کہ کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے"۔ اس لیے کہ جن کا مبلغ علم دنیا تھی، اور جنھوں نے انسانوں کی گردن پر، خود خدا بن کر یا جھوٹے خداؤں کا واسطہ بن کر، مسلط ہو کے اپنی دنیا کے ٹھاٹ باٹ سجا رکھے تھے، ان کو تو ظلم و جبر کا ہر ہتھیار لے کر اس دعوت کے آگے صف آرا ہونا ہی تھا۔

پھر جب انھوں نے "ربنا اللّٰہ" ماننے والوں پر مکہ میں رہ کر اپنے رب کی بندگی کرنا دوبھر کر دیا، اور مکہ سے مدینہ کا تاریخی سفر ہجرت ہوا تو بدر کا معرکہ پیش آنا ہی تھا۔ جن کا مکہ میں رہنا گوارا نہ ہوا تھا، ان کا مدینہ میں رہ کر پھلنا پھولنا کس طرح برداشت کیا جا سکتا تھا۔

ہجرت کی راہ بھی کوئی مصائب سے نجات کی راہ کے طور پر نہ پکڑی گئی تھی، نہ یہ امن و سکون سے ایک گوشے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کے لیے تھی۔ اگر مطلوب صرف یہی ہوتا تو مکہ کے ظالم و جابر بھی بخوشی اللہ اللہ کرنے کے لیے سہولتیں اور آسائشیں فراہم کر دیتے۔ ہجرت کا سفر تو اس ایمان کا سفر تھا جس کا لب لباب اپنے رب سے وفاداری اور عہد وفا نباہنا اور اس کی کبریائی سب زندگی اور سب زمین پر قائم کر دینا ہے۔ اور بدر کا معرکہ اس ایمان کے سفر کی ناگزیر منزل تھی۔

بدر نے یہ ثابت کر دیا کہ تاریخ کی میزان میں اصل وزن مادی طاقت کو حاصل نہیں، بلکہ اخلاقی طاقت کو حاصل ہے۔ قریش کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی، مسلمان ۳۱۳ تھے۔ ان کے پاس ۱۰۰ گھڑ سواروں کا رسالہ تھا، ادھر صرف دو تین گھوڑے تھے۔ ادھر ۷۰۰ اونٹ تھے، ان کے پاس مشکل سے ۷۰ تھے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے پاس ایمان تھا، ہمت تھی، وہ اپنے دین کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی کے لیے لڑ رہے تھے۔ فتح ان کا مقدر تھی۔

بدر کے میدان میں وطن، خون، رنگ، زبان کے سارے بت پاش پاش ہو گئے۔ جو آمنے سامنے تھے، ان کا رنگ ایک تھا، ان کی زبان ایک تھی، ان کی نسل ایک تھی، ان کا وطن ایک تھا، ان کا خون بھی ایک تھا۔ باپ بیٹے کے خلاف اور بھائی بھائی کے خلاف صف آرا تھا۔ یہ جنگ ایسے دو گروہوں کے درمیان تھی جو عقیدہ اور طرز زندگی کی بنیاد پر مختلف تھے۔

مذہب اور عقیدے کو یورپ نے خون ریزی کے لیے خوب بدنام کیا ہے۔ لیکن انسانوں کی یہی تقسیم، تقسیم رحمت ہے۔ اس تقسیم کو انسان اپنے صرف ضمیر کے اختیار کو استعمال کر کے جب چاہے منہدم کر سکتا ہے۔ نسل، خون، رنگ اور جغرافیہ، انسان اور انسان کے درمیان ناقابل عبور فصیلیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ یہ اس کو ایسی جبریت کے شکنجے میں کستے ہیں جس سے کوئی نجات نہیں۔ کوئی کالا اپنے اختیار سے گورا نہیں بن سکتا، کوئی پنجابی، سندھی نہیں بن سکتا، کوئی اپنی جائے پیدائش نہیں بدل سکتا۔ لیکن انسان جب چاہے اپنا عقیدہ بدل سکتا ہے۔

گویا اب ایک نئی امت وجود میں آئی۔ "جو ایمان لائے، جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے جہاد کیا، جنھوں نے ان کو پناہ دی، اور ان کی مدد کی، وہی ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اور ان کا یہی رشتہ ولایت دنیا کو فساد کبیر سے بچانے کا ضامن ہے"۔ (الانفال)

بدر کی داستان تو ایک ایسی ہمہ پہلو داستان ہے کہ اس کا جو ورق الٹیے اس پر تاریخ انسانیت کا ایک نیا باب رقم ہے۔ لیکن جس امت کو بدر میں زندگی بخشی گئی ہے، اس نے اس داستان کے سارے اوراق پریشان کر کے ضائع کر دیے ہیں۔ آج ذلت و مسکنت، نکبت و افلاس، مغلوبیت و غلامی، افتراق و انتشار اس کا مقدر اسی لیے ہے۔ اس کے لیے اتحاد و ترقی، عظمت و سربلندی کی ضمانت اسی مشن اور مقصد میں ہے جس پر اس کی طرف سے اس کے قائد اولؐ نے بدر کے میدان میں مہر ثبت کی۔

خرم مراد: حیات و خدمات، شمارہ خاص ماہنامہ آئین، لاہور

زیر ترتیب ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ اپنی نگارشات ۲۵ جولائی تک ارسال کر دیں۔ ماہ اشاعت کا اعلان جلد کیا جائے گا۔ مظفر بیگ، مدیر آئین